حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قاتل (بقیہ السلف) خود شیعہ تھے

شیعوں کی معتبر کتب سے سنسنی خیز انکشافات

سانحہ کربلا کی حقیقت

ماخوذ از

تحذیر المسلمین عن کید الکاذبین

افادات

مولانا اللہ یار خان صاحب

ناشر

تحریک نفاذ فقہ حنفیہ پاکستان

امام مظلوم

حضرت امام حسینؓ نے وطن سے دور جس بے نوائی کی حالت میں اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی اور جس عظیم قربانی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے کنبہ کو شہید کرایا اس کی مثال تاریخ انسانی میں ڈھونڈے نہیں ملے گی۔ دیکھنا یہ ہے کہ اسلام کے اس عظیم فرزند پر یہ مصائب کس جانب سے آئے، کون سے ہاتھ ان کے لیے آگے بڑھے اور کیوں؟

اس واقعہ کے عینی شاہد یا تو قاتل ہیں یا مقتولین کے گروہ میں سے جو بچ گئے۔ اس لیے سادہ طریق تحقیق تو یہ ہے کہ بچے کھچے مظلومین سے پوچھا جائے کہ تمہارا قاتل کون ہے اور قاتل گروہ سے پوچھا جائے کہ تمہارا جواب دعویٰ کیا ہے۔ اگر مدعی کے بیان کے بعد ملزم اپنے جرم کا اقرار کرلے تو کسی شہادت کی ضرورت باقی نہیں رہتی اور اقرارِ جرم کے بعد ملزم ملزم نہیں رہتا بلکہ مجرم قرار پاتا ہے۔

موضوع:۔ قاتلین حسینؓ کون تھے؟ شیعہ یا غیر شیعہ۔

جواب کے لیے مقدمات:۔

۱۔ مدعی کون ہے؟

۲۔ مدعا علیہ کون ہے یعنی مدعی کا دعویٰ کس کے خلاف ہے؟

۳۔ گواہ کون ہیں؟

۴۔ کیا وہ عینی شاہد ہیں یا ان کی شہادت سماعی ہے؟

۵۔ اگر یہ شہادت مدعی کے بیان کے موافق ہے تو دعویٰ ثابت اگر خلاف ہے تو مردود

ان امور کی روشنی میں واقعہ کا جائزہ لینا چاہئے

مقدمہ اول، مدعی امام حسینؓ۔ آپؓ کے اہل بیت اور آپؓ کے ہمراہی ہیں یہ ان پر ظلم ہوا۔ یہ خیال رہے کہ شیعہ کے نزدیک امام معصوم ہوتا ہے یعنی گناہ صغیرہ اور کبیرہ سے پاک ہوتا ہے اور مفترض الطاعۃ ہے۔

مقدمہ دوم :- مدعا علیہ وہ تمام لوگ ہیں جنہوں نے امام کو بلایا اور ظلم سے قتل کیا۔

مقدمہ سوم :- قاعدہ کی رو سے گواہ، مدعی اور مدعا علیہ سے جدا کوئی اور ہونا چاہیے۔

مقدمہ چہارم :- کوئی عینی شاہد نہیں جو چشم دید واقعہ بیان کر سکے۔ کیونکہ کربلا چٹیل میدان تھا۔ اس کے گرد کوئی آبادی نہ تھی۔ اس لیے جو گواہ پیش ہوگا اس کی شہادت سماعی ہوگی۔

مقدمہ پنجم :- چونکہ شہادت سماعی ہے اس لیے یہ دیکھنا ہوگا کہ گواہ نے یہ واقعہ قاتلین کی زبانی سنا یا مقتولین کی زبان سے، جو صورت بھی ہو یہ دیکھنا ہوگا کہ شہادت مدعی کے دعویٰ کے مطابق ہے تو قبول ورنہ مردود۔ اگر شہادت مدعی کے بیان کے خلاف ہے تو لازم آئے گا کہ گواہ نے مدعی کو جھوٹا قرار دیا اور امام معصوم کو جھوٹا قرار دینے والے کی شہادت کیونکر قبول ہو سکتی ہے۔ لہٰذا کوئی ایسی روایت یا خبر خواہ کسی راوی کی اور خواہ کسی کتاب سے لی گئی ہو لازماً مردود ہوگی۔

اس تحقیق کے بعد جو مجرم ثابت ہو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اسے مجرم سمجھے ورنہ وہ اس آیت کا مصداق ہوگا۔ من یکسب خطیئۃ او اثما ثم یرم بہ بریئا فقد احتمل بھتانا و اثما مبینا۔ پ ۵ آیت ۱۱۲

دعویٰ کی تفصیل :- ۱۔ بیانات مدعیان

۱۔ بیان مدعی ۱ ۔ حضرت امام حسینؓ نے میدانِ کربلا میں دشمن کی فوج کو مخاطب کر کے فرمایا :-

ویلکم یا اھل الکوفۃ انسیتم کتبکم وعھودکم التی اعطیتموھا واشھدتم اللہ علیھا ویلکم ادعوتم ذریۃ اھل بیت نبیکم وزعمتم انکم تقتلون انفسکم دونھم حتی اذا اتوکم سلمتموھم الی ابن زیاد منعتموھم عن ماء الفرات بئس ما خلفتم

اے اہلِ کوفہ! حیف ہے تم پر، کیا تم اپنے خطوط اور وعدوں کو بھول گئے جو تم نے خدا تعالیٰ کو اپنے اور ہمارے درمیان دے کر لکھے تھے کہ اہلِ بیت آئیں ہم ان کے لیے اپنی جانیں قربان کر دیں گے۔ حیف ہے تم پر! تمہارے بلاوے پر ہم آئے اور تم نے ہمیں ابنِ زیاد کے حوالے کر دیا اور ہمارے لیے فرات کا پانی بند کر دیا۔ واقعی تم لوگ رسول کے بُرے خلاف ہو کر حضورؐ کی اولاد کے

نبیکم فی ذریتہ ما الکم لا سقاکم الله یوم القیامۃ — ساتھ یہ سلوک کیا ہے اللہ تمہیں قیامت کے دن سیراب نہ کرے۔

(ذبح عظیم بحوالہ ناسخ التواریخ ص۳۳۵)

امام کے بیان سے دو باتیں ثابت ہوئیں:۔

۱۔ اہلِ کوفہ نے امام کو خطوط لکھ کر کوفہ بلایا اور عہد دیا کہ امام کی مدد کے لیے مرنے مارنے پر تیار رہوں گے۔

۲۔ جنہوں نے خطوط لکھ کر کوفہ بلایا انہوں نے امام پر پانی بند کیا اور امام کو قتل کے لیے ابن زیاد کے حوالے کیا۔

اب یہ دیکھنا ہے کہ بلانے والے شیعہ تھے یا کوئی اور گروہ تھا۔

قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المؤمنین ص۲۵ مجلس اول میں تصریح کر دی۔

تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد و سنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج دلیل است اگرچہ ابو حنیفہ کوفی است۔ — اہلِ کوفہ کے شیعہ ہونے کے لیے کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ کوفیوں کا سنی ہونا خلافِ اصل ہے جو محتاجِ دلیل ہے اگرچہ ابو حنیفہ کوفی تھے۔

شیعہ عالم شوستری کی شہادت کے مطابق اہلِ کوفہ کا شیعہ ہونا اظہر من الشمس ہے پھر بھی مزید دو شہادتیں پیش کی جاتی ہیں۔

(ا) جب مقام زبالہ پر امام حسین کو امام مسلم کی شہادت کی خبر ملی تو امام نے فرمایا قد خذلنا شیعتنا یعنی ہمارے شیعہ نے ہمیں ذلیل کیا ہے۔ (خلاصۃ المصائب ص۲۹)

ب جلاء العیون اُردو۔ امام نے معرکہ کربلا میں شیعہ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

"تم پر اور تمہارے ارادہ پر لعنت ہو۔ اے بے وفایانِ جفا کار! تم نے ہنگامۂ اضطراب و اضطرار میں ہمیں اپنی مدد کے لیے بلایا جب میں نے تمہارا کہنا مانا اور تمہاری نصرت اور ہدایت کرنے کو آیا اس وقت تم نے شمشیرِ کینہ مجھ پر کھینچی اپنے دشمنوں کی تم نے یاوری اور مددگاری کی اور اپنے دوستوں سے دست بردار ہوئے۔"

ان بیانات سے ثابت ہو گیا کہ امام کو شیعوں نے بلایا۔ انہوں نے پانی بند کیا اور انہوں نے ہی قتل کے لیے ابن زیاد کے حوالے کیا۔

جلاء العیون میں امام کے بیان کے دوران "شمشیرِ کینہ" کا لفظ قابلِ توجہ ہے یعنی کوئی

شیعہ کے دلوں میں کوئی پرانا بغض تھا اس لیے انتقام لینے کی غرض سے یہ ناٹک کھیلا تاریخی اعتبار سے اس دیرینہ عداوت کی وجہ اس کے بغیر کیا ہو سکتی ہے کہ اسلام کے شیدائیوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانوں نے اہل کوفہ سے اپنا آبائی مذہب چھڑا کر اسلام کی دولت عطا کی اور صدیوں کی پرانی سلطنت عرب مسلمانوں کے زیر نگیں آگئی۔ آخر قومی اور مذہبی تعصب بروئے کار آکے رہا۔

نتیجہ :۔ مدعی عا کے بیان کے مطابق امام کے قاتل اہل کوفہ شیعہ تھے کوئی اور نہیں تھا۔

بیان مدعی ع۲ امام زین العابدین

یا ایھا الناس ناشدکم باللہ ھل تعلمون انکم کتبتم الی ابی وخدعتموہ واعطیتموہ من انفسکم العھد والمیثاق والبیعۃ وقاتلتموہ وخذلتموہ فتبا لکم ما قدمتم لانفسکم وسوۃ رایکم بایۃ عین تنظرون الی رسول اللہ اذ یقول لکم قتلتم عترتی وانتھکتم حرمتی فلستم من امتی قال فارتفعت اصوات الناس بالبکاء ویدعوا بعضھم بعضا ھلکتم وما تعلمون

احتجاج طبرسی طبع ایران ص۱۵۹

اے لوگو! میں تمہیں خدا کی قسم دلاتا ہوں کیا تمہیں علم نہیں کہ تم نے میرے والد کو خطوط لکھے اور انہیں دھوکا دیا۔ تم نے پختہ وعدہ اور بیعت کا عہد دیا اور تم نے انہیں قتل کیا ذلیل کیا۔ خرابی ہو تمہارے لیے جو کچھ تم نے اپنے لیے آگے بھیجا ہے اور خرابی ہو تمہاری بری رائے کی تم کس آنکھ سے رسول کریم کو دیکھو گے جب وہ فرمائیں گے تم نے میری اولاد کو قتل کیا میری بے حرمتی کی تم میری امت سے نہیں ہو پس رونے کی آواز بلند ہوئی اور ایک دوسرے کو بددعا دینے لگے کہ تم ہلاک ہو گئے جس کا تمہیں علم ہے۔

اس بیان سے ثابت ہے کہ بلانے والوں سے مخاطب ہیں اور وہی قاتل ہیں۔ رد عمل میں ان کا اعتراف بھی موجود ہے۔

بیان دیگر :۔

لما اتی علی بن الحسین زین العابدین بالنسوۃ من کربلا وکان مریضا واذا نساء اھل الکوفۃ ینتدبن مشققات الجیوب والرجال معھن یبکون فقال زین العابدین بصوت ضئیل وقد نھکتہ العلۃ ان ھؤلاء یبکون ومن قتلنا غیرھم۔

جب زین العابدین مرض کی حالت میں عورتوں کے ساتھ کربلا سے آرہے تھے تو اہل کوفہ کی عورتیں گریبان چاک کیے بین کرنے لگیں اور مرد بھی رو رہے تھے پس زین العابدین نے پست آواز میں فرمایا کیونکہ بیماری کی وجہ سے کمزور ہو چکے تھے کوفہ والے روتے ہیں مگر یہ تو بتاؤ

احتجاج طبرسی ص ۱۵۶ **ہمیں قتل کس نے کیا؟**

ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون ص ۵۰۳ پر امام کا بیان انہی الفاظ میں نقل کیا ہے

"امام زین العابدین نے بآواز ضعیف فرمایا کہ تم ہم پر گریہ اور نوحہ کرتے ہو لیکن یہ تو بتاؤ ہمیں قتل کس نے کیا ہے؟"

امام کے اس سوال اور اس لہجے کے اندر اس کا جواب پوشیدہ ہے۔

مدعی ۲ کے بیان سے یہ نتیجہ نکلا کہ:

(۱) اہلِ کوفہ نے خط لکھے (۲) اہلِ کوفہ نے امام کو دھوکا دیا (۳) اہلِ کوفہ نے امام کو قتل کیا (۴) اہلِ کوفہ شیعہ تھے (۵) قاتلینِ حسینؓ کوفی شیعہ امتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہیں (۶) قاتلینِ حسینؓ روئے اور ان کی عورتوں نے گریبان چاک کیے اور بلکہ مستقل سُنّت قائم کر گئے۔

یہ خیال رہے کہ دونوں مدعی معصوم ہیں اس لیے اپنے دعوی میں صادق ہیں۔

بیان مدعی ۳ زینب بنت علیؓ ہمشیرہ امام حسینؓ

جب اسیرانِ کربلا کربلا سے آئے کوفہ میں داخل ہوئے تو کوفہ کے مردوں اور عورتوں نے رونا پیٹنا شروع کر دیا تو حضرت زینبؓ نے فرمایا

ثم قالت بعد حمد الله والصلوٰة على رسوله اما بعد يا اهل الكوفة يا اهل الختل والغدر والخذل الا ان قالت الا بئس ما قدمت لكم انفسكم ان سخط الله عليكم وفي العذاب انتم خالدون اتبكون اي اجل والله فابكوا فانكم احق بالبكاء فابكوا كثيرا واضحكوا قليلا ......

ماذا تقولون ان قال النبي لكم ماذا فعلتم وانتم آخر الامم باهل بيتي واولادي بعدي منهم اسارى ومنهم ضرجوا بدم

حمد و صلوٰۃ کے بعد فرمایا اے اہلِ کوفہ! اے ظالمو! اے غدارو! اے رسوا کرنے والو...... بہت بُرا ہے جو تم نے اپنے لیے آگے بھیجا ہے یہ کہ اللہ تم پر ناراض ہوا اور تم ہمیشہ عذاب میں رہو گے تم روتے ہو! ہاں روتے رہو کیونکہ تمہیں رونا ہی زیب دیتا ہے خوب روؤ اور کم ہنسو کل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دو گے جب آپ پوچھیں گے کہ تم آخری امت ہو تم نے میرے بعد میرے اہلِ بیت اور میری اولاد سے کیا سلوک کیا ان میں سے بعض کو قیدی بنایا بعض کو خاک و خون میں لوٹایا۔

اس خطبہ کا ترجمہ باقر مجلسی نے جلاء العیون ص ۵۰۳ پر یہ دیا ہے۔

"اما بعد اے اہلِ کوفہ! اے اہلِ غدر و مکر و حیلہ! تم ہم پر گریہ اور نالہ کرتے ہو

اور خود تم نے ہمیں قتل کیا ہے۔ ابھی تمہارے ظلم سے ہمارا رونا بند نہیں ہوا اور تمہارے ستم سے ہماری فریاد و نالہ ساکن نہیں ہوا... تم نے اپنے لیے آخرت میں توشہ و ذخیرہ بہت خراب بھیجا ہے اور اپنے آپ کو ابدالآباد جہنم کا سزاوار بنایا ہے تم ہم پر گریہ و نالہ کرتے ہو حالانکہ تم خود ہی نے ہم کو قتل کیا ہے... تمہارے یہ ہاتھ قطع کیے جائیں۔ اے اہل کوفہ! تم پر وائے ہو تم نے جگر گوشۂ رسولؐ کو قتل کیا اور پردہ دار اہلِ بیت کو بے پردہ کیا۔ کس قدر فرزندانِ رسولؐ کی تم نے خونریزی کی اور حرمت کو ضائع کیا۔"

نتیجہ: ۱۔ اہلِ کوفہ نے مکر و حیلہ سے امام کو بلایا۔
۲۔ امام سے غداری کی اور اہل بیت کو قتل کیا۔
۳۔ یہ سب کچھ کر لینے کے بعد رونا پیٹنا شروع کر دیا۔
۴۔ ان کو ابدی جہنم کی خوشخبری سنائی گئی۔
۵۔ قاتل وہی تھے جو بلانے والے تھے، شیعہ تھے تو اس جرم کے مرتکب اور ابدی جہنم کے مستحق وہی شیعہ ٹھہرے۔

بیان مدعی ۱۲ حضرت فاطمہ دختر امام حسین
احتجاج طبرسی صفحہ ۱۵۷

اما بعد یا اهل الکوفة یا اهل المکر والغدر والخیلاء... فکذبتمونا وکفرتمونا ورأیتم قتالنا حلالا واموالنا نهبا کانا اولاد الترک او کابل کما قتلتم جدنا بالامس وسیوفکم یقطر من دمائنا اهل البیت لحقد متقدم قرت بذلك عیونکم وفرحت قلوبکم اجتراء منکم علی الله ومکرتم والله خیر الماکرین۔

اما بعد اے اہلِ کوفہ! اے اہل مکر و فریب... تم نے ہمیں جھٹلایا اور ہمیں کافر سمجھا۔ ہمارے قتل کو حلال اور ہمارے مال کو غنیمت سمجھا گویا کہ ہم ترکوں یا کابل کی نسل سے تھے جیسے تم نے کل ہمارے جد (علی) کو قتل کیا تھا تمہاری تلواروں سے ہمارا خون ٹپک رہا ہے، سابقہ کینہ کی وجہ سے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں دل خوش ہوئے تم نے خدا کے مقابلے میں جرأت کی اور مکر کیا اور اللہ اس مکر کی خوب سزا دینے والا ہے۔

دختر امام مظلوم کے بیان کا نتیجہ:۔
۱۔ کوفہ کے شیعوں نے اہل بیت کو کافر سمجھا اور ان کا خون حلال سمجھا۔

۲۔ شیعوں کو اہل بیت سے کوئی پرانی دشمنی تھی۔
۳۔ حضرت علیؓ کے قاتل شیعہ ہیں۔
۴۔ اہل بیت کو قتل کر کے یہ لوگ خوش ہوئے۔
وہ رونا پیٹنا محض ایکٹنگ تھی۔

بیان مدعی ۵ ام کلثوم ہمشیرہ امام حسین
جب کوفی عورتوں نے اہل بیت کے بچوں کو صدقہ کی کھجوریں دینا شروع کیں تو مائی صاحبہ نے فرمایا۔ صدقہ ہم پر حرام ہے۔ یہ سن کر کوفی عورتیں رونے پیٹنے لگیں پر مائی صاحبہ نے فرمایا

"اے اہل کوفہ ہم پر تصدق حرام ہے .... اے زنان کوفہ! تمہارے مردوں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا، ہم اہل بیت کو اسیر کیا ہے پھر تم کیوں روتی ہو"
(جلاء العیون صـ ۵۰۷)

نتیجہ ظاہر ہے
ان پانچ مدعیان کے بیانوں میں قدر مشترک یہ ہے
۱۔ اہل کوفہ نے امام حسین کو دعوت دی، خطوط لکھے۔
۲۔ دعوت دینے والے شیعہ تھے۔
۳۔ ان بلانے والے شیعہ نے امام کو قتل کیا۔ اہل بیت کو اسیر کیا۔ ان کا مال لوٹا۔
۴۔ قاتلین حسینؓ کی عورتوں نے گریبان چاک کیئے بین کیے۔
۵۔ قاتلین حسینؓ شیعہ امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خارج ہیں۔

ایک اور ہستی کا بیان ملاحظہ ہو جسے مدعی بھی کہہ سکتے ہیں اور گواہ بھی وہ ہیں امام باقر انہوں نے یہ واقعات لازماً اپنے والد امام زین العابدین سے سُنے ہوں گے اور وہ خود بھی بقول شیعہ امام معصوم ہیں۔
جلاء العیون صـ ۳۲۶

"جب امیر المومنین سے بیعت کی پھر ان سے بیعت شکستہ کی اور ان پر شمشیر کھینچی اور امیر المومنین ہمیشہ ان سے بمقام مجادلہ اور محاربہ تھے اور ان سے آزار و مشقت پاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کو شہید کیا اور ان کے فرزند امام حسنؓ سے بیعت کی اور بعد بیعت کرنے کے ان سے غدر اور مکر کیا اور چاہا کہ ان کو دشمن کو دے دیں۔ اہل عراق سامنے آئے اور خنجر ان کے پہلو پر لگایا اور خیمہ ان کا لوٹ

لیا یہاں تک کہ ان کی کنیز کے پاؤں سے خلخال اتار لیے اور ان کو مضطرب اور پریشان کیا حتیٰ کہ انہوں نے معاویہ سے صلح کر لی اور اپنے اہل بیت کے خون کی حفاظت کی اور ان کے اہل بیت کم تھے۔ پس ہزار مرد عراق نے امام حسینؓ کی بیعت کی اور جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسین پر چلائی اور ہنوز بیعت امام حسینؓ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام کو شہید کیا۔"

اس بیان سے بات بالکل واضح ہو گئی۔

سابقہ کینہ کے شواہد:۔

فاطمہ دختر امام حسین کے بیان میں سابقہ کینہ کے الفاظ ہیں ان کی تاریخی تعبیر یہ ہے۔

۱۔ جلاء العیون صفحہ ۲۳ پر بیان ہے کہ عبدالرحمٰن ابن ملجم نے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی اور بیعت کر کے جناب امیر کو شہید کیا۔

کہا جاتا ہے کہ یہ خارجی تھا مگر تاریخ سے اس بات کا نشان تک نہیں ملتا کہ خارجیوں نے کبھی حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کی ہو۔ وہ تو کھلم کھلا مخالف تھے اور تقیہ بھی نہیں کرتے تھے۔ جب ابن ملجم نے جناب امیر کی بیعت کی تو شیعانِ علی میں شامل ہو گیا۔ یعنی حضرت علی کا قاتل بھی شیعہ تھا۔

۲۔ احتجاج طبرسی طبع ایران صفحہ ۱۵۰ امام حسن کا بیان

فقال ادری واللہ معاویۃ خیرلی من ھؤلاء انھم یزعمون لی شیعۃ وابتغوا قتلی وانتھبوا ثقلی واخذوا مالی

خدا کی قسم میں معاویہؓ کو ان اپنے شیعوں سے اچھا سمجھتا ہوں۔ وہ میرے شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور انہوں نے مجھے قتل کرنا چاہا اور میرا مال لوٹ لیا۔

ان اقتباسات سے ظاہر ہے شیعوں نے حضرت علی کو قتل کیا، امام حسن کو قتل کرنا چاہا اور ان کا مال لوٹا اور امام حسین کو قتل کر کے دم لیا۔ غالباً اسی بنا پر حضرت علی نے اپنے دس شیعہ دے کر امیر معاویہ سے ایک آدمی لے لینے کی آرزو کی تھی۔

نہج البلاغہ جلد اول صفحہ ۱۸۹ حضرت علیؓ فرماتے ہیں:

فاخذ منی عشرۃ واعطانی رجلا منھم گویا امیر معاویہؓ کے ساتھی ایمان اور وفاداری میں اتنے قابل اعتماد تھے کہ حضرت علیؓ ان کا ایک آدمی لے کر اس کے بدلے دس شیعہ دینے کو تیار تھے۔ قرآن مجید میں ایک اور دس کی نسبت کا ذکر ہے۔

اِنْ یَّکُنْ مِّنْکُمْ عِشْرُوْنَ صَابِرُوْنَ | اے مسلمانو! تمہارے بیس صابر آدمی کفار کے۔

یغلبوا مائتین ... ۲۰۰ پر غالب آسکتے ہیں۔

ممکن ہے حضرت علیؓ نے بھی تقابل میں اسی کی رعایت ملحوظ رکھی ہو۔

امام حسنؓ اور امام حسینؓ کو امیر معاویہؓ پر اعتماد تھا اور انہوں نے ان دونوں کی حفاظت بھی کی۔ دونوں حضرات نے امیر معاویہؓ کی بیعت بھی کر لی اور ان سے وظیفہ بھی لیتے رہے۔
اس کے برعکس شیعہ نے ایک بھائی کو قتل کرنا چاہا دوسرے کو قتل کر دیا۔

اب مدعا علیہ کے جواب دعویٰ کو دیکھنا ہے۔ اگر اس میں اقرار جرم موجود ہے تو شہادت کی ضرورت نہیں۔ اگر انکار کرے تو گواہ ضروری ہیں۔

بیان مدعا علیہ :-

مجالس المومنین میں قاضی نور اللہ شوستری بیان فرماتے ہیں

اکنوں از اعمال سیئہ خویش نادم گشتہ می خواہیم کہ دست در دامن توبہ و انابت زدیم شاید خداوند عزوجل و علا توبہ ما را قبول کردہ بر ما رحمت کند و ہر کس ازاں جماعت کہ بکربلا رفتہ بودند عذرے می گفتند۔ سلیمان بن صرد گفت ہیچ چارہ نمیدانیم جز آنکہ خود را در عرصہ تیغ آوریم چنانچہ بسیارے بنی اسرائیل تیغ در یکدیگر نہادند قال تعالیٰ انکم ظلمتم انفسکم الآیہ و مجموعہ شیعہ زانوئے استغفار در آمدہ

ص ۴۴۱

اب ہم اپنی بداعمالیوں پر نادم ہیں چاہتے ہیں توبہ کریں شاید اللہ تعالیٰ ہم پر رحمت فرما کر ہماری توبہ قبول کرے اور اس جماعت سے جتنے لوگ ابن زیاد کی فوج میں امام کو قتل کرنے کربلا میں گئے تھے سب عذر کرنے لگے۔ سلیمان بن صرد نے کہا اس کے سوا چارہ نہیں کہ ہم اپنے آپ کو تیغ بدست میدان میں لائیں جیسے بنی اسرائیل نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا الخ یہ کہہ کر تمام شیعہ استغفار کے لیے زانو کے بل گر پڑے۔

نوٹ :- یہ سلیمان بن صرد وہی شخص ہے جس کے مکان میں جمع ہو کر شیعہ نے امام کو کوفہ آنے کا دعوت نامہ تیار کیا تھا۔

مدعا علیہ نے اقرار جرم کر لیا اور توبہ بھی کر لی مگر فائدہ؟

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

مدعا علیہ نے اقرار جرم کر لیا اور ثابت ہو گیا کہ امام حسینؓ کے قاتل کوفی شیعہ ہیں جنہوں نے امام کو گھر بلا کر بے دردی سے قتل کیا۔ مگر احتیاطاً مزید چھان بین کر لینی چاہیے۔ ممکن ہے کسی اور کا ہاتھ بھی ہو۔ خلاصۃ المصائب ص ۲۰۱

لیس فیھم شامی ولا حجازی بل جمیعھم من اھل الکوفہ | امام حسینؓ کے قاتلوں میں کوئی ایک بھی شامی یا حجازی نہیں تھا بلکہ سب کے سب کوفی تھے

ظاہر ہے وہ اہل کوفہ وہی تو تھے جو شیعہ تھے اور امام کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی۔ مگر حیرت ہے کہ اماموں کو قتل کرنے والوں کے متعلق شیعہ کے ہاں ایک عجیب فتویٰ ہے۔

جلاء العیون ص ۴۱۳

"احادیث کثیرہ میں ائمہ اطہار علیہم السلام سے منقول ہے کہ پیغمبروں اور ان کے اوصیاء کو اور ان کی ذریت کو قتل نہیں کرتا مگر ولد الزناء اور ان کے قتل کا ارادہ نہیں کرتا مگر فرزند زنا فلعنۃ اللہ علیھم اجمعین الی یوم الدین۔"

مدعیان نے ان کوفی شیعوں کو جہنم کی بشارت تو دے دی تھی اب ائمہ اطہار کے اس فتویٰ سے ان کی دنیوی حیثیت بھی متعین ہو گئی۔ ممکن ہے کوفہ کے شیعوں کو یہ فتویٰ نہ پہنچا ہو مگر علم نہ ہونے سے حکم تو نہیں بدل جاتا۔ آخر یہ ائمہ اطہار کا فتویٰ ہے کسی عام آدمی کا نہیں۔ ایک امر غور طلب باقی رہ گیا ہے کہ چلو امام کے قاتل اہل کوفہ شیعہ ثابت ہو گئے مگر یزید کا حصہ اس میں ضرور ہو گا کیونکہ وہ حاکم وقت تھا۔ مدعا علیہم سے ہی اس کے متعلق پوچھتے ہیں۔ شاید وہ اسے بھی اپنے ساتھ شامل کریں۔

۱۔ احتجاج طبرسی ص ۱۶۲ امام زین العابدین نے یزید سے سوال کیا۔ میں نے سنا ہے تو میرے والد کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ یزید نے جواب دیا۔

قال یزید لعن اللہ ابن مرجانہ فواللہ ما امرتہ بقتل ابیک ولو کنت متولیا لقتالہ ما قتلتہ | یزید نے کہا اللہ ابن زیاد پر لعنت کرے خدا میں نے اسے تیرے والد کو قتل کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اگر میں خود معرکہ کربلا میں ہوتا تو انہیں ہرگز قتل نہ کرتا۔

مدعا علیہ نے یزید کی صفائی پیش کر دی مگر صرف اس کا بیان کافی نہیں۔ حالات کا جائزہ لینا چاہیے۔

۲۔ خلاصۃ المصائب ص ۳۰۴ جب شمر نے امام کا سر یزید کے سامنے پیش کیا اور انعام کا مطالبہ کیا تو

فغضب یزید ونظر الیہ نظرا شدیدا وقال ملا اللہ رکابک | پس یزید نے غضب ناک ہو کر شمر کی طرف دیکھا اور کہا اللہ تیری رکاب کو آگ سے بھر دے

فالویل لک اذا علمت انہ خیرالخلق نلم قتلتہ اخرج من بین یدی لاجائزۃ لک عندی	تیرے لیے ہلاکت ہو جب تجھے علم تھا کہ ساری مخلوق سے افضل ہیں تو تو نے انہیں کیوں قتل کیا۔ دُور ہو جا میری آنکھوں سے تیرے لیے کوئی انعام نہیں۔

۳۔ اور جلاء العیون صفحہ ۵۲۹ پر ہے کہ انعام کے طالب کو قتل کر دیا۔

اگر یزید نے قتل کا حکم دیا تھا تو شمر کہہ دیتا کہ آپ نے حکم دیا میں نے تعمیل کی اور یہ روایت میں مذکور ہوتی۔ مگر ان میں سے کوئی صورت بھی موجود نہیں۔

۴۔ منتہی الاحزان طبع ایران صفحہ ۳۲۱

کسے وارد شد خبر آورد و گفت دیدۂ تو روشن کہ سرِ حسین وارد شد آں لنظر غضبناک کرد و گفت دیدہ ات روشن مباد۔	کسی نے یزید کو اطلاع دی تیری آنکھیں روشن ہوں حسین کا سر آگیا۔ یزید نے نگاہِ غضب سے دیکھا اور کہا تیری آنکھیں بے نور ہوں۔

ان روایات سے ظاہر ہے کہ مجرموں نے یزید کو بری قرار دیا ہے۔ غالباً اسی بنا پر امام زین العابدین کو تسلی ہو گئی اور یقین آگیا امام حسینؓ کے قتل میں یزید کا ہاتھ نہیں اس لیے انہوں نے یزید کی بیعت کر لی بلکہ یہاں تک کہہ دیا۔

انا عبد مکرہ انشئت فامسک وان شئت فبع	اے یزید! میں تمہارا غلام ہوں۔ چاہے مجھے رکھ لے چاہے فروخت کر دے۔

(روضہ کافی ۔ جلاء العیون)

یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ قاتلین حسینؓ کوفی شیعہ تھے جیسا کہ مدعیان کا دعویٰ ہے اور مدعا علیہم نے اقرارِ جرم کر لیا۔ البتہ ایک مسئلہ حل طلب ہے۔

اصول کافی طبع نولکشور صفحہ ۱۵۸ پر ایک اصول بیان ہوا ہے۔

ان الائمۃ یعلمون متی یموتون وانہم لایموتون الا باختیارہم	تحقیق ائمہ کرام کو اپنی موت کے وقت کا علم ہوتا ہے اور وہ اپنے اختیار سے مرتے ہیں۔

اس اصول کے پیشِ نظر چند سوالات پیدا ہوتے ہیں:۔

۱۔ امام حسینؓ کو علم تھا کہ اہلِ کوفہ غدار ہیں۔ مجھے بلا کر قتل کریں گے کیونکہ امام کو ما کان وما یکون کا علم ہوتا ہے اور امام کے پاس رجسٹر بھی ہوتا ہے پھر آپ کوفہ کیوں گئے؟ اگر یہ کہا جائے کہ ان کی اصلاح کے لیے گئے تھے تو خود جاتے۔ اپنے اہلِ بیت کو کیوں ساتھ لے گئے۔ اپنی شہادت اور اہلِ بیت کے ساتھ پیش آنے والے واقعات

کا علم ہونے کے باوجود یہ اقدام کیوں کیا؟

۲۔ امام نے جب اپنے اختیار سے موت قبول کی اور اسے پسند کیا تو سالہا سال سے ان کی موت پر رونا پیٹنا کس وجہ سے ہے۔ اگر محبت سے ہے تو محبت کا تقاضا ہے کہ اپنی پسند محبوب کی پسند کے تحت ہو۔ اگر امام کی پسند کے خلاف احتجاج ہے تو یہ بھی غیر معقول۔ البتہ اپنے فعل پر ندامت ہے کہ امام کو قتل کیوں کیا تو یہ بات معقول نظر آتی ہے۔

۳۔ بقول شیعہ حضرت علیؓ نے تقیہ کیا اصحاب ثلثہؓ کی بیعت کر کے تقیہ کرنے کا ثواب بھی حاصل کیا بلکہ ۹ حصہ دین بچالیا اور اپنی جان بھی بچالی۔ امام حسینؓ نے تقیہ کیوں نہ کیا۔ اپنے والد کی سُنّت کی پیروی بھی ہو جاتی۔ تقیہ کا ثواب بھی ملتا۔ جان بھی بچ جاتی اور اہل بیت بھی مصائب سے بچ جاتے۔

تقیہ کے فضائل کی بحث طویل ہے۔ البتہ چند ایک باتیں بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ اصول کافی باب التقیہ ص۴۸۲ امام جعفر فرماتے ہیں

یا ابا عمر ان تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ لا دین لمن لا تقیۃ له	اے ابو عمر ۹ حصہ دین تقیہ کرنے میں ہے جو تقیہ نہیں کرتا بے دین ہے۔

۲۔ تفسیر امام حسن عسکری طبع ایران ص۱۲۵

قال رسول اللہ مثل المومن لا تقیۃ له کمثل جسد لا رأس له	رسول خدا نے فرمایا تارک تقیہ مومن کی مثال ایسی ہے جیسے بدن بغیر سر کے۔

ظاہر ہے کہ جس طرح سر کے بغیر بدن بے کار ہے اسی طرح تقیہ کے بغیر ایمان کسی کام کا نہیں۔

۳۔ ایضاً

قال علی بن الحسین یغفر اللہ للمومنین من کل ذنب ویطہرہ فی الدنیا ما خلا ذنبین ترک التقیۃ وتضیع حقوق الاخوان	امام زین العابدین نے فرمایا اللہ تعالیٰ مومن کے تمام گناہ بخش دے گا اور دنیا سے پاک کر کے نکالے گا ---- مگر دو گناہ نہیں بخشے گا اول تقیہ کا ترک کرنا دوم بھائیوں کے حقوق ضائع کرنا۔

"من کل ذنب" سے ظاہر ہے کہ شرک اور ائمہ کو قتل کرنا بھی قابل معافی گناہ ہیں۔ ہاں تارک تقیہ کے لیے نجات نہیں۔ گویا اہل کوفہ امام کو قتل کر کے بھی گناہوں سے پاک ہو کر دنیا سے رخصت ہوئے اور امام نے جان دے کر بھی کچھ نہ پایا کیونکہ ترک تقیہ کا ناقابل معافی گناہ ان کی گردن

پورا رہا۔ ہائے امام مظلوم کی دہری مظلومیت! لطف یہ کہ یہ بات امام مظلوم کے بیٹے کی زبان سے کہلوائی گئی ہے۔

اسی وجہ سے عبدالجبار معتزلی نے اپنی کتاب مغنی میں شیعہ سے ایک سوال کیا کہ شیعہ کا عقیدہ ہے تقیہ ہر ضرورت کے وقت جائز ہے اور خوفِ جان ہو تو تقیہ فرض ہے۔ ایسی حالت میں جو تقیہ نہ کرنے کی وجہ سے مارا گیا وہ ملعون موت مرا۔ اس نے خدا کے حکم کی خلاف ورزی کی۔ مگر کربلا میں امام حسین نے اپنی جان ہی نہیں دی اہلِ بیت کو شہید کرایا۔ الغرض مصائب آئے تو اس کی اصل وجہ امام حسین رض کا تقیہ نہ کرنا ہے۔ اگر وہ تقیہ کر کے یزید کی بیعت کر لیتے تو خدا کی نافرمانی بھی نہ ہوتی اور جان بھی بچ جاتی حالانکہ امام حسن رض نے تقیہ کر کے امیر معاویہ رض کی بیعت کر لی۔ حضرت علی رض نے تقیہ کر کے خلفائے ثلثہ کی بیعت کر لی۔ اس لیے حضرات شیعہ کیا کہتے ہیں کہ امام حسین رض کی موت کس قسم کی تھی؟

ابو جعفر طوسی نے تلخیص شافی ص۴۷۱ پر اس سوال کو یوں نقل کیا ہے

ثم لما عرض عليه ابن زياد
الامان وان يبايع يزيد كيف
لم يستجب حقنا لدمه ودماء من
معه من اهله وشيعته ومواليه
ولم القى بيده الى التهلكة
وبدون هذا الخوف سلم الحسن
الامر الى معاوية فكيف
يجمع بين فعلهما

جب ابن زیاد نے امام حسین رض کو اس شرط پر امان دی کہ یزید کی بیعت کر لیں تو امام نے اسے کیوں قبول نہ کیا۔ اپنی جان اور اپنے متعلقین کی جان بچا لیتے۔ انہوں نے ترک تقیہ کر کے ان جانوں کو ہلاکت میں کیوں ڈالا حالانکہ ان کے بھائی امام حسن نے بلا خوفِ جان حکومت امیر معاویہ کے سپرد کر دی تھی۔ دونوں بھائیوں کے فعل کیسے جمع کر سکتے ہو۔

شریف مرتضیٰ اور ابو جعفر طوسی کی طرف سے جواب یہ دیا گیا:

لما رأى لا سبيل الى العود ولا الى
دخول الكوفة سلك طريق الشام
سائرا نحو يزيد بن معاوية لعلمه
عليه السلام بانه على ما به
ارفق من ابن زياد واصحابه
فسار عليه السلام حتى قدم عليه
عمرو بن سعد من العسكر العظيم وكان

جب امام نے دیکھا کہ مدینہ کو لوٹنے کا کوئی راستہ نہیں نہ کوفہ میں داخل ہونے کی کوئی صورت ہے تو شام کو روانہ ہوئے کہ یزید کے پاس جا کر شاید اس مصیبت سے نجات ملے جو ابن زیاد اور اس کے ساتھیوں سے ہو رہی تھی۔ آپ روانہ ہوئے تو عمر و سعد لشکر عظیم لے کر سامنے آ گیا جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اس لیے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے

من امره ما قد ذكر وسطر فكيف يقال انه القى بيده الى التهلكة وقد روى انه قال لعمر بن سعد اختاروا منى اما الرجوع الى المكان الذى اقبلت منه او ان اضع يدى على يد يزيد فهو ابن عمى ليرى فى رايه واما ان يسيروا بى الى ثغر من ثغور المسلمين فاكون رجلا من اهله لى ماله وعلى ما عليه

کہ امام نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی جان ہلاکت میں ڈالی۔ حالانکہ یہ روایت موجود ہے کہ امام نے ابن سعد سے فرمایا تین میں سے ایک صورت اختیار کر لو یا تو مجھے واپس مدینہ جانے دو یا یزید کے پاس جانے دو کہ میں اس کے ہاتھ میں ا[پنا] ہاتھ دے دوں گا وہ میرے چچا کا بیٹا ہے۔ [وہ] میرے حق میں جو رائے قائم کرے سو کرے یا اسلامی سرحدوں کی طرف جانے دو۔ میں مسلمانوں میں مل کر جہاد کروں گا۔ ان کے ساتھ نفع نقصان میں شریک ہوں گا۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ امام حسین یزید سے بیعت کرنے پر راضی تھے مگر فوج نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ معلوم ہوتا ہے ابن زیاد وغیرہ ذمہ دار لوگ امام کو گرفتار کر کے لے جانا چاہتے تھے تاکہ انعام کے حقدار ہو سکیں۔

دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ شیعانِ کوفہ کی فوج بھی تقیہ کر کے امام کے خلاف لڑ رہی تھی۔ گویا دو تقیوں میں تصادم ہو گیا۔ فرق اتنا ہے کہ امام تقیہ کرنے پر آمادہ ہوئے اور فوج عملاً تقیہ کر رہی تھی۔

تلخیص شافی ص۱۸۲ پر اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے۔

واجتمع كل من كان فى قلبه نصرته وظاهره مع اعدائه

امام کے مقابل جو فوج جمع ہوئی ان کے دلوں میں امام کی محبت اور اس کی نصرت کی آرزو تھی، بظاہر وہ دشمن کے ساتھ تھے۔

شریف مرتضیٰ اور طوسی نے عبدالجبار معتزلی کا جواب تو دے دیا مگر ایک اور پیچ پڑ گیا۔ مختصر بصائر الدرجات ص۶

قال ابو عبد الله اى امام لا يعلم ما يصيبه والى ما يصير امر فليس بحجة الله على خلقه۔

جو امام آنے والے مصیبت کا علم نہیں رکھتا اور یہ نہیں جانتا کہ اس کا انجام کیا ہو گا وہ امام نہیں نہ مخلوق پر خدا کی حجت ہے۔

یعنی امام کو آنے والے مصائب کا علم تھا۔ انہوں نے اپنے اختیار اور پسند سے موت قبول کی۔ جب اس کا علم تھا تو کربلا گئے کیوں؟ عبدالجبار کا اعتراض" کہ انہوں نے اپنے آپ

کو ہلاکت میں کیوں ڈالا" بدستور قائم ہے کیونکہ تقیہ کا فائدہ تو جب ہوتا کہ کربلا روانہ ہونے سے پہلے کرتے۔ اس موقع پر تقیہ کے ارادہ کا اظہار بے موقع ہے اور بناوٹ معلوم ہوتی ہے۔

شیعہ حضرات کبھی یہ بھی جواب دیتے ہیں کہ یہ روایت مناظرہ کی کتابوں میں ہے حدیث کی کتابوں میں نہیں لہٰذا حجت نہیں۔" بات درست سہی مگر ان کے بڑوں کو کیوں نہ سوجھی۔ سید شریف مرتضیٰ نے شافی میں اور ابو جعفر طوسی نے تلخیص میں اس روایت کو کیوں جگہ دی۔ جب تحریفِ قرآن کا مسئلہ چلے تو طوسی کے دامن میں پناہ لیتے ہیں۔ یہاں طوسی کیوں ناقابلِ اعتماد قرار پایا۔ معلوم ہوا کہ امام حسین کے دامن سے ترکِ تقیہ کا داغ دھویا نہیں جا سکتا اور سوال کا یہ حصہ بدستور قائم ہے کہ بتاؤ تمہارے اصول کے مطابق امام حسینؓ کی موت کس قسم کی تھی؟

ائمہ کی موت اپنے اختیار میں ہونے کا اصول تقاضا کرتا ہے کہ امام حسینؓ نے یہ موت اپنے اختیار سے پسند کی محبانِ حسین بھی محبوب کی پسند کو محبوب رکھیں اور ان کی یاد میں اپنی جان دے دیں۔ رونا پیٹنا جوانمردی نہیں۔

اس موقع پر ایک دو باتیں مزید ضمناً بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

۱۔ شیعہ کہتے ہیں امام معہ رفقاء پیاسے مرے مگر جلاء العیون صـ ۴۵۴
"جب پانی نہ ملا تو امام نے خیمہ کے پیچھے بیلچہ مارا شیریں پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔ امام نے خوب پیا اور رفقاء کو بھی پلایا۔"

۲۔ شیعہ کہتے ہیں کہ امام کی نعش کو گھوڑوں کے نیچے روندا گیا مگر اصول کافی اور جلاء العیون صـ ۵۰۳ پر لکھا ہے
"امام کی نعش پر ایک شیر آ کے بیٹھ گیا اور اس نے کسی کو امام کی نعش کے قریب نہ آنے دیا۔"
ان متضاد باتوں میں سچائی کی تلاش کیجئے۔

۳۔ ملا باقر مجلسی کا بیان ہے کہ امام کا جسم ان کی موت کے بعد آسمان پر اٹھا لیا گیا اور فرشتے اس کا طواف کرتے رہتے ہیں۔
"جسم تو آسمان پر گیا زمین پر کس کو روندا گیا۔ کربلا میں روضہ کس کا بنایا گیا؟ روضہ میں دفن کون ہے؟ کربلا میں جا کر زیارت کس کی ہوتی ہے؟ اگر میت کے بغیر کربلا میں روضہ بنایا جا سکتا ہے تو ہر جگہ روضہ بنا لینے میں کیا

قباحت ہے؟

واقعی شیعہ کے بیانات سے تضاد رفع کرنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک اور سوال ضمناً غور طلب ہے۔

شیعہ کہتے ہیں امام کو ہم نے قتل کیا۔ یزید کا اس میں ہاتھ نہیں۔ پھر حیرت ہوتی ہے کہ امام جب شیعہ تھے تو شیعوں نے قتل کیوں کیا۔ معلوم ہوتا ہے معاملہ برعکس ہے۔ امام امام اہل السنت تھے۔ ان کا مذہب وہی تھا جو باقی عرب کا تھا۔ اسی وجہ سے کوفہ کے شیعوں نے دھوکا دیکر امام کو بلایا اور قتل کیا۔ امام کو معلوم تھا کہ وہ شیعہ ہیں مگر ان کی اصلاح کی خاطر چلے گئے۔ ائمہ سے شیعوں کی پرانی دشمنی کا ذکر تفصیل سے ہو چکا ہے۔

ائمہ کے علم کی وسعت کا جو عقیدہ شیعہ کے ہاں مسلمہ ہے کہ ماکان وما یکون کا علم امام کو ہوتا ہے اس کے پیش نظر یہ سوچنا پڑتا ہے کہ جب حضرت علیؓ کو علم تھا کہ امام حسنؓ نے معاویہؓ کے حق میں حکومت سے دست بردار ہونا ہے۔ امیر معاویہؓ نے یزید کو حکومت دینی ہے اور یزید کی فوج نے امام حسینؓ کو قتل کرنا ہے تو اصل مجرم کون ہوا۔ حضرت علیؓ یا امام حسن یا یزید۔ اس ممکنہ سوال کا جواب اصول کافی صفحہ ۲۶۱ پر ملتا ہے امام تقی سے روایت ہے۔

فهم یحلون ما یشاؤن ویحرمون ما یشاؤن۔ — ائمہ جس چیز کو چاہیں حلال کر لیں جسے چاہیں حرام کر لیں۔

یعنی امام حسینؓ نے اپنا اور اپنے ساتھیوں کا قتل حلال کر لیا۔ امام حسنؓ نے اپنے بھائی کا قتل حلال کر لیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس قتل کا مرتکب مجرم نہیں۔ کیونکہ فعل حلال کرنے والا ثواب کا مستحق ہے مجرم نہیں۔

اس سلسلے میں ایک اور بات کہی جاتی ہے کہ صحابہؓ نے کئی بار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے نرغے میں چھوڑا اور بھاگ گئے پھر بھی اہل السنت انہیں کامل الایمان سمجھتے ہیں۔ اگر شیعہ نے ایک بار امام سے یہ سلوک کیا تو کافر کیوں ہو گئے۔

بات بڑی اونچی ہے مگر اس میں کئی سقم ہیں۔

۱۔ تاریخ سے کوئی ایک واقعہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ صحابہؓ نے حضورؐ کو کفار کے نرغہ میں چھوڑ کر بھاگ جانے کی غلطی کی ہو، اس لیے یہ دعویٰ ہی جھوٹا ہے۔

۲۔ صحابہؓ کو کامل الایمان تو خود خدا کہتا ہے۔ اس لیے جو خدا اور رسولؐ کو قابل اعتماد نہ سمجھے وہ آزاد ہے جو چاہے کہتا پھرے۔

۳۔ اہل السنت کو کوئی حق نہیں کہ کسی کو کافر کہیں بلکہ وہ تو روٹھنے والوں کو منانے کی کوشش

کرتے ہیں مگر اس کا کیا علاج کہ

(ا) امام حسینؓ فرما گئے ہیں۔ قد خذ لنا شیعتنا

(ب) امام زین العابدین کہہ گئے ہیں۔ نتبا لکم ما قد متم لا نفسکم ... لطتم من امتی

(ج) زینب بنت علیؓ کہتی ہیں۔ وفی العذاب انتم خالدون

(د) امام باقر کہہ گئے ہیں کہ جنہوں نے بیعت کی تھی خود انہوں نے شمشیر امام حسینؓ پر کھینچی اور بیعت امام حسینؓ ان کی گردنوں میں تھی کہ امام کو شہید کیا۔

(س) نور اللہ شوستری شیعوں کی طرف سے کہہ گئے بیچ چارہ ندیدانیم جز انیکہ خود را در عرصہ تیغ آوریم۔

اہلِ علم و دانش خود ہی فیصلہ کریں کہ جو امام کو دھوکہ دے۔ جو حضورؐ کی اُمت سے خارج ہو جس کے لیے ابدی جہنم ہو۔ جو واجب القتل سمجھا جائے اسے کامل الایمان ہی کہیں گے؟

۴۔ صحابہؓ پر بہتان ہے کہ حضورؐ کو کفار کے نرغہ میں چھوڑ کر بھاگ جایا کرتے تھے مگر یہاں تو بات دُور تک پہنچتی ہے۔ امام کو دھوکہ دیا۔ بلایا۔ امام کے ساتھ ہو کر یزید کے خلاف لڑنے کا حلفیہ عہد دیا۔ امام آئے تو آنکھیں بدل لیں۔ یزید کی فوج میں شامل ہو گئے۔ پانی بند کیا۔ امام کو بے دردی سے شہید کیا۔ اہلِ بیت کو رسوا کیا۔ ان کا مال لُوٹا۔ اس لیے کہاں وہ بہتان اور کہاں یہ تلخ حقائق۔ اور لطف یہ کہ اتنا کچھ کر چکنے کے بعد محبانِ اہلِ بیت بن کر سینہ کوبی کرنا اور علم نکالنا۔ حالانکہ جلاء العیون ص ۵۱۹ اور ص ۵۲۰ پر موجود ہے کہ رونا پیٹنا یزید اور اس کے گھر سے شروع ہوا۔ اس لیے اگر یزید کی سُنت سمجھ کر کیا جاتا ہے تو درست ہے ورنہ ظاہر ہے کہ غم مرنے والے کے پسماندگان کو ہوتا ہے وہ کسی دوسرے کو نہیں ہو سکتا اور اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ اہلِ بیت پسماندگان نے تعزیہ، دلدل، علم، پنجہ وغیرہ کے جلوس نکال کر اور اجتماعی طور پر سینہ کوبی کر کے اظہارِ غم کیا ہو۔ اور اگر یہ عبادت ہے تو ظاہر ہے کہ ائمہ اور اہلِ بیت سے بڑھ کر عبادت گزار یہ ماتمی تو نہیں ہو سکتے۔ ان سے یہ عبادت کیوں چھوٹ گئی؟

ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ

۱۔ قتل امام حسینؓ میں مدعی ائمہ معصومین اور اہلِ بیت ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ ہمیں شیعوں نے قتل کیا۔

۲۔ قاتلین کوفی شیعہ اقرارِ جرم کرتے ہیں۔

۳۔ گواہ امام باقر ہیں۔

اگر اس کے خلاف کوئی شخص دعویٰ کرے تو

- ائمہ اور اہل بیت کا دعویٰ پیش کرے۔ مدعا علیہ کا اقرارِ جرم پیش کرے۔
- امام جعفر یا امام باقر کی شہادت پیش کرے۔

اس کے بغیر بے تکی بات کوئی وزن نہیں رکھتی۔

ماتمِ حسین رضی اللہ عنہ

شیعہ حضرات کے ہاں اس عبادت (ماتم حسین) کا سراغ حضرت امام حسین رض کی شہادت کے بعد ہی ملتا ہے۔ اس لیے ہم شیعہ کتب سے اس شہادت کے متعلق چند حقائق پیش کرتے ہیں۔ الطراز المذهب مظفری طبع جديد طهران

اسی کتاب کے ۱ : ۲۸۱ پر حضرت زینب کے طولانی خطبہ میں اس کی کچھ اور وضاحت ہوئی ہے

اما بعد يا اهل الكوفة يا اهل الختل والغدر والخذل والمكر ابكون فلا رقات الدمعة... الا ساء ما قدمتم لا نفسكم وساء تذرون ليوم بعثكم وبعد الكم وسحقا وتعسا وتبت الايادي وخسرة الصفقة وبوتم بغضب من الله وضربت عليكم الذلة والمسكنة

اے دھوکا باز مکار اہلِ کوفہ کیا تم روتے ہو.... تم نے اپنے لیے بہت برا توشہ آخرت بھیجا ہے۔ لعنت اور پھٹکار ہو تم پر

حضرت زینب کے اس خطاب سے ایک بات مزید معلوم ہوئی کہ اہلِ کوفہ نے مکر و غداری سے قتل بھی کیا اور پھر رونا پیٹنا بھی شروع کر دیا مگر اس کے باوجود لعنت اور پھٹکار کے مستحق ہی ٹھہرے۔

ناسخ التواریخ ۱ : ۳۰۱

حضرت ام کلثوم دختر علی اور زوجہ فاروق اعظم کا خطبہ

وبالجمله ام كلثوم فرمود يا اهل الكوفة سوءة لكم مالكم خذلتم حسينا وقتلتموه وانتهبتم

ام کلثوم نے فرمایا اے اہلِ کوفہ! تمہارا برا ہو۔ تمہیں کیا ہوا تم نے حسین سے دھوکا کیا

اموالہ وورثتموہ وسبیتم نساءہ ونکبتموہ فتباً لکم وسحقا۔ وویلکم اتدرون ای دماء دکم وای وزر علی ظہورکم۔۔۔ وای اموال انتہبتموہا قتلتم خیر رجالات بعد النبی ونزعت الرحمۃ من قلوبکم الا ان حزب اللہ ہم الفائزون وحزب الشیطان ہم الخاسرون۔

اسے قتل کیا۔ اس کا مال لوٹا۔ اس کی خواتین کو قیدی بنایا۔ اب روتے ہو۔ تم برباد ہو جاؤ۔ کیا تم جانتے ہو تم نے کون سا خون بہایا۔ گناہ کا کتنا بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادا اور کس کا مال لوٹا۔ تم نے نبی کریم کے بہترین افراد کو قتل کیا۔ تمہارے دلوں سے رحم جاتا رہا۔ خوب سن لو اللہ والے ہی کامیاب ہیں اور شیطان کا ٹولہ گھاٹے میں ہے۔

می فرماید اے مردم کوفہ بد بر حال شما چہ افتاد و شمارا کہ حسین را خوار ساختید و مخذول و بے یار و بے یاور گزاشتید و اور ابکشتید و اموالش را بغارت بردید و چوں میراث خویش قسمت ساختید۔

حضرت ام کلثوم کے بیان سے اہلِ کوفہ کے مکرو فریب اور ظلم وجور کے علاوہ اہلِ کوفہ سے یہ شکایت بھی ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے قتلِ حسین کے بعد اہلِ بیت کا مال بھی لوٹا اور میراث سمجھ کر آپس میں تقسیم کیا۔

ان اقتباسات سے یہ امر واضح ہو گیا کہ اہلِ کوفہ شیعوں نے امام حسین کو خطوط لکھ کر بلایا۔ جب آئے تو مکرو فریب سے ساتھ چھوڑ دیا۔ ستم بالائے ستم یہ کہ دشمن کے ساتھ مل کر امام کو قتل کیا۔ اسی پر بھی بس نہیں پھر اہلِ بیت کے اموال لوٹے اور میراث سمجھ کر آپس میں تقسیم کیے۔

ایضاً صفحہ ۳۰ ام کلثوم کا ایک اور بیان۔

و بالجملہ زنان کوفیاں برایشاں زار زار می گریستند جناب ام کلثوم سلام اللہ علیہا سر از محمل بیروں کرد و بآں جماعت فرمود۔

یا اہل الکوفۃ تقتلنا رجالکم وتبکینا نساءکم فالحاکم بیننا وبینکم اللہ یوم فصل القضاء۔

اے اہلِ کوفہ! تمہارے مردوں نے ہمیں قتل کیا اور تمہاری عورتیں ہم پر روتی ہیں۔ اچھا اللہ تعالیٰ ہی ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلے کے دن فیصلہ کرے گا۔

۰۔ اسی کتاب کے صفحہ ۳۱ پر

کوفہ کی عورتوں کو گریبان چاک کیے ہوئے روتے پیٹتے ہوئے دیکھ کر ابو جدیلہ اسدی کو تعجب ہوا کہ یہ عورتیں کیوں یہ منظر پیش کر رہی ہیں۔ اس کی وجہ پوچھنے پر بتایا گیا کہ انہیں

حضرت حسینؓ کا سرِ مبارک دیکھ کر رونا آیا۔

مگر سوال یہ ہے کہ جب ان کے مردوں کو حسینؓ کا سر تن سے جدا کرتے ہوئے ترس نہ آیا تو ان عورتوں کے دلوں میں غم کے جذبات کیسے اُبھر آئے۔ بات تو وہی ہوئی

ع وہی قتل بھی کرے ہے وہی لے ثواب اُلٹا

قاتلینِ حسینؓ کون تھے؟

یہ بحث تفصیل سے گذر چکی ہے اور ثابت کیا جا چکا ہے کہ:

- معصوم مدعیوں کے بیانات سے واضح ہوگیا کہ امام کو کوفہ بلانے والے، امام کے آنے کے بعد اس کی مخالفت کرنے والے امام پر پانی بند کرنے والے، بیدردی سے گرم ریت پر لٹا کر ذبح کرنے والے، خاندانِ نبوت کے خیموں کو لوٹنے والے، مالِ غنیمت آپس میں تقسیم کرنے والے اور اس کے بعد رو پیٹ کر طمانچہ زنی اور خاک ربائی کر کے ڈرامائی انداز میں اظہارِ غم کرنے والے سب شیعہ تھے۔ ان مدعیان کے بیانات کے بعد مدعا علیہم کا اقرارِ جرم پیش کر دیا گیا جو نور اللہ شوستری شہید ثالث کی معتبر کتاب مجالس المؤمنین جلد دوم مجلس ہشتم میں موجود ہے۔
- سب سے بڑی بات ہے کہ ائمہ معصومین جب صاف اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے قاتل شیعہ ہیں اور ملزم خود اقراری ہیں تو کوئی تیسرا شخص اس مسلمہ حقیقت کو کیونکر جھٹلا سکتا ہے۔

اسلامی حکومتوں کی زوال کا سبب .....

• خلافت راشدہ وہ ہئیت حاکمہ تھی جس کے ذریعے احکام اسلامی اور حدود شرعی کا اجراء ہوتا تھا ابن سبا کی سکیم یہ تھی کہ خلیفہ ثالث کی سیرت کو مجروح کر کے عوام کو ان کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا جائے اور اسلام کے خلاف فکری انقلاب کے ساتھ ساتھ عملی انقلاب بھی لایا جائے اور خلافتِ راشدہ سے اعتماد اُٹھ جائے۔ ان باغیوں نے حضرت عثمان رضؓ کو نشانہ بنایا، اور خوارج نے حضرت علی رضؓ کو، مقصد دونوں کا ایک تھا کہ خلافتِ راشدہ کی معیاری حیثیت مجروح ہو جائے۔

تاریخ شاہد ہے کہ اس کے بعد بھی اسلامی حکومتوں کے زوال کا سبب زیادہ تر روافض ہی بنتے رہے۔ چنانچہ انور شاہ کاشمیریؒ لکھتے ہیں۔

> "تاریخ شاہد ہے کہ مجاہدین ہمیشہ اہل السنت میں سے ہوتے ہیں۔ ان کے بغیر جہاد کی توفیق کسی کو نہیں ہوئی اور اکثر اسلامی سلطنتوں کی تباہی روافض کے ہاتھوں ہوئی۔" (فیض الباری ج۸۶)

فتنہ تاتار کو طامۃ الکبریٰ کہا گیا ہے۔ نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب الاذاعۃ لما کان وما یکون بین یدی الساعۃ ص۸۶ اور علامہ ابن قیم نے اغاثۃ اللھفان ۲: ۲۶۳ پر لکھا ہے کہ اس فتنے میں اکابر شیعہ میں سے نصیر الدین طوسی کا ہاتھ تھا۔ یہ ہلاکو خان کا وزیر تھا۔ اس نے اپنی وزارت کے زور سے مساجد برباد کرائیں۔ قرآن کی جگہ بو علی سینا کی "اشارات" کی ترویج کی اور اس امر پر زور دیا کہ یہ قرآن عوام کے لیے تھا۔ خواص کے لیے "اشارات" ہی قرآن ہے۔ اس کی کوشش تھی کہ اسلام مٹ جائے اور فلسفہ نجوم جادو وغیرہ کی تعلیم رواج پا جائے۔

دوسری طرف عباسی خلیفہ کا وزیر ابن علقمی شیعہ تھا جس نے اپنی حکمت عملی سے ہلاکو خان کی کامیابی کی راہ ہموار کی۔ سقوطِ بغداد تاریخِ اسلام میں ایک عظیم المیہ کی حیثیت رکھتا ہے کہ اس سے ساڑھے چھ سو سال کی اسلامی حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور اس "کارِ خیر" میں عظیم ترین حصہ لینے والے دونوں حضرات شیعہ تھے۔

مختصر یہ کہ قتلِ عثمانؓ کا پسِ منظر ایک انسان کی زندگی ختم کرنے کی کوشش نہیں تھی بلکہ دین اسلام کی فکری اور عملی بنیادوں کو مسمار کرنے کا طویل المدت منصوبہ تھا اور چونکہ حضرت عثمانؓ دینِ اسلام کی فکری اور عملی صورت کی SYMBOL بن چکے تھے اس لیے انہیں نشانۂ ستم بنایا گیا ہے۔ انسان کو آخر مرنا ہے لیکن اس منصوبے سے دینِ اسلام کی عمارت میں جو نقب لگائی گئی وہ آج تک ختم ہونے کو نہیں آئی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اہلِ بیتِ اطہار سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ (والدِ ماجد) ○ حضرت آمنہ (والدہ ماجدہ)

ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن (یعنی امہات المومنین رضی اللہ عنہن)

- سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد
- سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ
- سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ
- سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت عمر فاروق
- سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ
- سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا بنت سہیل
- سیدہ جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث
- سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش
- سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان
- سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
- سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا بنت حارث
- سیدہ صفیہ رضی اللہ عنہا بنت حیی ابن اخطب

صاحبزادے

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ ○ حضرت عبداللہ (طاہر و طیب)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ (سب بچپن میں وفات پا گئے)

صاحبزادیاں

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نواسے

حضرت علی بن حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ ○ حضرت عبداللہ بن عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بن حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ○ حضرت حسین رضی اللہ عنہ بن حضرت علی رضی اللہ عنہ

نواسیاں

سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ زوجہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

سیدہ ام کلثوم بنت حضرت علی رضی اللہ عنہ زوجہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت حضرت علی رضی اللہ عنہ زوجہ عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا بنت حضرت علی رضی اللہ عنہ (بچپن میں وفات پائی)

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: سن رکھو! بے شک میرے اہلبیت کی مثال سفینۂ نوح علیہ السلام کی ہے جو شخص اس میں سوار ہو گیا وہ بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہا وہ ڈوب گیا۔ (مشکوٰۃ شریف)